OPEN ACCESS
MA'ARIF-E-ISLAMI (AIOU)
ISSN (Print): 1992-8556
ISSN (Online): 2664-0171
https://mei.aiou.edu.pk

داعیانہ شخصیت سازی؛نوجوانان عصر حاضر کی عملی رہنمائی کا بنیادی اصول (سیرت طیبہ کی روشنی میں)

"Self-development; A basic tool for Islamic Orientation of Youth"(In the Light of Seerah)

ڈاکٹر حافظ احمد حماد

اسسٹنٹ پروفیسر؛دعوۃ اکیڈمی، بین الأقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

ڈاکٹر محمد منشاء طیب

لیکچرر اسلامیات؛ گورنمنٹ کالج، پھول نگر، ضلع قصور۔

Abstract

Manpower is one of the greatest assets of any country and the most important part of this asset is the youth, for it is a force that can overcome the problems of life and progress beyond the difficult and rough pathways. One ends childhood by entering into the phase of youth, the phase of personal responsibilities and social and public duties. Therefore, the world today pays special attention to young people and they have gained a special position in all affairs, including political, social, economic, industrial and moral. For the last fourteen centuries, the holy religion of Islam, within its comprehensive, revivalist program, has paid special, unique attention to the young generation. Islam makes provision for young people in all material, spiritual, psychological, educational, moral, social, worldly and otherworldly matters while other religions and cultures only consider certain aspects of the world of the young.

In this article that methodology will be discussed which adopted by the Holy Prophet and He produced well-mannered youth in all aspects and also His saying about youth will be discussed to guide today's trainer and youth as well.

Key words: Youth – Trainer – Revivalist - well-mannered - Orientation

نبی کریم ﷺ کی بعثت عالم انسانیت کے لیے اللہ تعالی کا بہت بڑا احسان ہے،اس احسان کو خالق انسان نے قرآن کریم میں کچھ اس انداز سے بیان فرمایا ہے:

لَقَدْ مَنَّ ٱللَّهُ عَلَى ٱلْمُؤمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُواْ عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ ٱلْكِتَابَ وَٱلْحِكْمَةَ[1]

"بے شک اللہ تعالی کا مومنوں پر احسان عظیم ہے کہ ان ہی میں سے ایک رسول ان کیطرف بھیجا، جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور کتاب و حکمت سکھاتا ہے"

رسول اللہ ﷺ پاک صاف کرنے والے، تربیت کرنے والے، تعلیم دینے والے اور اصلاح کرنے والے بن کر تشریف لائے آپ ﷺ نے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے انتھک محنت اور کوشش کی، نفسیات کے مطابق مدعوین

کی تربیت کا سامان کیا، عملاً اپنی جان کو مشقتوں میں ڈالا، یہاں تک اللہ کے فضل اور رحمت کی بدولت اور اپنی محنت اور جاں فشانی سے آپ ﷺ جو چاہتے تھے اسے حاصل کر لیا۔ اپنے صحابہ کی مکمل تربیت فرمائی، چنانچہ وہ یکتائے روزگار قوم بنے جن کی کوئی نظیر اور مثال نہیں ملتی۔ حتیٰ کہ ان کی اس شان کی بدولت امت کے بارہ میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمادیا:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِٱلْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ ٱلْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ[۲]

"مسلمانو! تم وہ بہترین اُمّت ہو جو لوگوں کے فائدے کے لئے وجود میں لائی گئی ہے۔ تم نیکی کی تلقین کرتے ہو، بُرائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔"

جس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کی مسلمانوں میں بعثت کو احسان عظیم قرار دیا ہے اسی میں اللہ نے آپ ﷺ کی ایک رسول کی حیثیت سے ذمہ داریاں بیان کی ہیں جو چار ہیں: قرآن کی تلاوت کرنا، تزکیہ واصلاح کرنا، کتاب وحکمت کی تعلیم دینا۔ ان چاروں کاموں پر غور کیا جائے تو یہ "تعلیم وتربیت" ہی کے گرد گھومتے ہیں۔ اس آیت سے یہ بات کھل کر واضح ہوتی ہے کہ کارِ نبوت دراصل کار "تعلیم وتربیت" ہے جس میں بگڑی ہوئی قوموں اور بھٹکے ہوئے لوگوں میں حکمت وبصیرت کے ذریعے حق کی تلاش کا شوق پیدا کر کے انہیں حق کی راہ دکھلاتے ہوئے اس پر چلنے کی تربیت دی جاتی ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ ہی کی ذات اقدس "معلم" کا واحد نمونہ بننے کی حقدار ہے جس پر دنیا کے تمام معلمین ومربیین کو پرکھا جا سکتا ہے۔ داعی، مدرس اور مربی کی حیثیت سے وہ پہلو اور امور جنہیں آپ ﷺ بہت زیادہ اہمیت دیا کرتے تھے، بالخصوص جو نوجوانوں کے لیے تربیت کا سامان بنتے ہیں، اس مقالہ میں ان پہلوؤں پر غور کرتے ہوئے انہیں مثالوں کے ساتھ احاطہ تحریر میں لایا جائے گا۔ اس مقالہ کا مقصد عصر حاضر کے نوجوان کی تربیت کے لیے داعی کی اپنی تعمیر شخصیت کے وہ امور جنہیں نبی کریم ﷺ نے بہت زیادہ اہمیت دی اس کا احاطہ کرنا ہے تاکہ داعی کا انداز اور اسلوب دعوت نبی کریم ﷺ کے طریقہ تربیت سے قریب تر ہو جائے اور جن کو اپنا کر اندازہ ہو جائے کہ یہ وہ مربین اور مربیات ہیں جنہیں آپ ﷺ کے اسوہ اور قرآنی تعلیمات نے سنوارا ہے۔

ان امور کو ۱۰ عناوین کے تحت نبی کریم ﷺ کی زندگی سے مثالوں کے ساتھ قلمبند کیا جائے گا:

نبی کریم ﷺ کا انداز تربیت

آنحضرت ﷺ کی تربیت کی سب سے مبہوت چیز کہ جس کی بھی آپ ﷺ نے تربیت کی وہ انسان اندر سے بدل گیا۔ یعنی اس میں جو تبدیلی آتی ہے وہ صرف سطحی تبدیلی نہ تھی اور نہ ہی وہ چند ایام کے لئے تھی بلکہ وہ تو پورے کا پورا انسان ہی بدل جاتا تھا اور ایسی قوم جو بتوں کی پجاری تھی، آپ ﷺ کی تربیت سے وہ خدا پرست اور بااصول قوم بن گئی۔ اس نئے انسان اور نئی قوم کے کردار کی درخشانی دیکھنا ہو تو سیرت وتاریخ کی کتابوں میں موجود صحابہ کرام کے شاندار کردار

ہمارے سامنے جگمگانے لگتے ہیں یہ آپ ﷺ کی ہی تربیت ہی تھی کہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالی عنہ جو کہ مکہ کا ایک مہ خار نوجوان تھا[۳] جب وہ بدلتا ہے تو کہاں پہنچتا ہے اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو دیکھئے کہ کیسا انقلابی جذبہ ہے کہ بعد میں کھڑے ہو کر جاہلیت کو چیلنج کرتے ہیں اور خوب مار کھاتے ہیں[٤] پھر یہ آپ ہی کا طریقہ تربیت تھا کہ جس نے کعب بن مالک کو تیار کیا تھا جس نے لبابہ کو تیار کیا تھا اور جس نے حضرت سمیہ، حضرت جلیبیب اور حضرت بلال جیسوں کے اندر انقلابی شجاعت اور زبردست عزیمت پیدا کر دی تھی کہ جو نجاشی کے دربار میں جعفر بن طیار کی جرات بن کر سامنے آئی تھی[۵]۔

ایرانی سپہ سالار کے دربار میں ربیع بن عامر رضی اللہ عنہ کی شان کو جب ہم دیکھتے ہیں تو یہ بھی نبی کریم ﷺ کی تربیت کا فیض ہے اور بندش شراب کی منادی کے بعد ہونٹوں سے لگے ہوئے جام فوراہٹ جاتے ہیں اور بھرے ہوئے پیالے انڈیل دیے جاتے ہیں[٦]۔ یہ بھی آپ ہی کی تربیت کا فیض تھا اور جب عورتوں کو سر ڈھانپنے کا حکم دیا جاتا ہے تو یہ کیسی تربیت ہے کہ حکم ملتے ہی بغیر کسی تامل اور پس و پیش کے فورا اوڑھنی بنالی جاتی ہیں؟ یہ بھی آپ ﷺ ہی کی تربیت ہے کہ جب جہاد کے لئے پکارا جائے تو نو عمر بچے تک تیار ہو کر سامنے آگئے اور جب راہ خدا میں خرچ کرنے کا حکم دیا تو حضرت عثمان جیسے تاجر اونٹوں کی قطاریں مع ساز و سامان لارہے ہیں اور ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ اپنے گھر کی ساری متاع لے کر آپ ﷺ کے قدموں میں نچھاور کر دیتے ہیں[۷] اور رچند مزدور کہ جنہوں نے دن بھر کی مزدوری سے چند کھجوریں حاصل کی ہیں وہ بھی انہیں جنگی فنڈ میں دے کر اپنا دامن جھاڑ دیتے ہیں اور وہ واقعہ کہ جب نبی کریم ﷺ کی طرف سے حکم آتا ہے کہ مال غنیمت کو سپہ سالار کے پاس جمع کروادیا جائے تو اس شان سے تعمیل کی جاتی ہے کہ فوج کی ایک سوئی بھی اگر کسی سپاہی کو ملی تو اس نے فورا اسے جمع کروادیا اور جب مدائن کے اموال کی تقسیم ہو رہی تھی تو عامر نامی ایک صحابی کے ہاتھ جواہرات سے بھری ایک تھیلی لگتی ہے تو وہ فورا اسے کھول کر دیکھے بغیر رات کے اندھیرے میں ہی اسے اپنے سپہ سالار کو جمع کروانے کے لئے نکل پڑتے ہیں[۸]۔ سپہ سالار پوچھتا ہے نام تو بتاتے جاو جواب ملا وہ جانتا ہے (آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے)۔ تو یہ سب نبی کریم ﷺ کی تربیت کا فیض تھا کہ جس نے کمال درجہ کی انسانیت کو اجاگر کیا۔

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ تجزیہ کیا جائے کہ آپ ﷺ کی تربیت کے اصل نقاط کیا ہیں اور آپ ﷺ اپنی تربیت کے دوران کن اصولوں کو پیش نظر رکھتے تھے؟ تاکہ وہ نسل جو ہمارے ہاتھوں میں ہے ہم بھی ان کی تربیت اسی نہج پر کرنے کے قابل ہو سکیں۔

۱- **نرمی اور خوش طبعی:** جب ہم نبی کریم ﷺ کے طریقہ تربیت پر غور کرتے ہیں تو قرآن مجید نبی کریم ﷺ کی تربیت کی روح رواں نرمی کو کہتا ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ ٱللَّهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ ٱلْقَلْبِ لَٱنفَضُّواْ مِنْ حَوْلِكَ[۹]

"اے نبی کریم ﷺ یہ تو اللہ کا فضل ہے کہ آپ نرم خو پیدا کئے گئے ہیں اگر آپ ﷺ سخت گیر ہوتے اور سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے پاس سے چھٹ جاتے جو آپ کے گرد جمع ہوئے تھے"

لوگ کیوں آپ ﷺ کے گرد اکھٹے ہیں؟ اور کیوں وہ بلندی کردار تک پہنچ گئے ہیں؟ آپ ﷺ کا کون سا بنیادی وصف ان کی تربیت کر رہا تھا؟ اسے قرآن نے واضح طور پر کہہ دیا ہے کہ وہ آپ ﷺ کی نرم خوئی تھی۔ یہ نرمی ایک مبلغ و مربی کے مزاج میں، تربیت میں اور اس کے معاملات میں اور اس کے رویے میں ہونی چاہیے۔ سیرت کے ہزاروں واقعات نبی اکرم ﷺ کی نرم خوئی پر دلالت کرتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ ذاتی طور پر بہت لمبی نماز پڑھا کرتے تھے یہاں تک کہ پاؤں مبارک متورم ہو جاتے، لیکن جب آپ ﷺ نماز پڑھا رہے ہوتے تو آپ ﷺ طبیعت کی نرمی کے باعث لوگوں کی سہولت اور آسانی کے پیشِ نظر ہلکی نماز پڑھاتے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نماز شروع کرتا ہوں اور اسے لمبی کرنا چاہتا ہوں اتنے میں بچے کی رونے کی آواز سنتا ہوں تو اپنی نماز مختصر کر دیتا ہوں کیونکہ بچے کے رونے کی وجہ سے اس کی ماں کے دل میں جو بیقراری پیدا ہوتی ہے اسے میں جانتا ہوں [۱۰]۔

بچوں اور نوجوانوں کے حوالہ سے آج کے داعیان دین کا رویہ ایک سوالیہ نشان ہے، جبکہ نبی مہربان ﷺ فرماتے ہیں کہ بچے کے رونے کی آواز سے بچے کی ماں کی طبیعت میں جو گرانی پیدا ہوتی ہے میں اس کا بھی لحاظ کرتا ہوں اور نماز مختصر کر دیتا ہوں۔

یہ واقعہ ایک زریں اصول ہے کہ جن لوگوں کی تربیت مقصود ہے ان کے دلوں کے اندر کسی بھی نوع کی خلش یا پریشانی ہو تو جب تک ایک مربی اس کا احساس نہیں کرتا وہ اس فرد کی تربیت کر ہی نہیں سکتا۔ تعلیم تو دی جاسکتی ہے لیکن اس کے بغیر تربیت نہیں کی جاسکتی، کیونکہ اگر اندر سے تبدیلی مقصود ہے تو داعی کو اس کی حد درجہ حفاظت اور اس کا احساس کرنا ہوگا۔

نبی کریم ﷺ ایک دفعہ مسجد میں جلوہ افروز ہیں صحابہ ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں ایک اعرابی آتا ہے وہ کھڑے ہو کر وہاں پیشاب کر دیتا ہے مسجد میں اس طرح کی حرکت دیکھ کر صحابہ دوڑتے ہیں قریب تھا کہ کوئی ان میں سے اس اعرابی کو مارتا لیکن نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ "اسے چھوڑ دو" آپ ﷺ نے اس کی فراغت کا انتظار کیا اور پھر فراغت کے بعد اسے نہایت نرمی سے سمجھایا کہ مسجد جیسی مقدس جگہ میں پیشاب کرنا منع ہے کیونکہ یہ تو اللہ کی یاد اور قرآن پڑھنے کی جگہ ہے اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے کہا اس پیشاب پر کچھ پانی انڈیل دیں، اس کے بعد فرمایا کہ "تم کو نرمی کے لئے بھیجا گیا ہے نہ کہ سختی کے لئے" [۱۱]۔

یہ بھی ایک بہترین آئینہ ہے ان سب داعیان تربیت کے لئے جو دعوی کرتے ہیں کہ ان کے ہاتھوں سے لوگ تربیت پا رہے ہیں۔ لعن طعن اور ڈانٹ ڈپٹ اور اپنی محنت کو فورا جتلانا قطعی درست عمل نہیں۔ آخر وہ اعرابی بھی تو آپ ﷺ کی زیر تربیت ہی تھا، لیکن آپ ﷺ انسانی کمزوریوں کا حد درجہ خیال کرنے والے تھے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ آج کا مربی اپنے اندر اس خوبی کو دیکھے کہ کس قدر اس کا اہتمام کرتا ہے۔ بل الانسان علی نفسہ بصیرۃ[12] "ہر انسان اپنے آپ کو بخوبی جانتا ہے"

نرم خوئی وہ وصف ہے کہ جس کے باعث ہم دوسرے کی کمزوری کو ہمدردی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اگر داعی کا دل سخت ہو تو وہ کبھی بھی کسی کی کمزوری پر اسے ریوارڈ دینے کے لئے تیار نہیں ہوگا۔ ہاں اگر تربیت میں نرمی ہے تو وہ آپ کے اندر یہ حوصلہ پیدا کرے گی کہ آپ دوسروں پر ہمدردانہ نگاہ ڈالیں۔

نبی کریم ﷺ بحیثیت مزکی اور مربی ایک غزوہ میں جب غنیمت کا مال تقسیم کیا تو یہ قبائل عرب میں تقسیم کیا اس سے یہ غرض تھی کہ اسلام کے لئے ان کے دل میں کچھ کشادگی پیدا ہو یعنی تالیف قلب کے لئے۔ لیکن انصار نے جب دیکھا کہ یہ مال تو قبائل عرب میں گیا ہے تو انصار کے اندر مختلف تبصرے شروع ہو گئے اور یہ تبصرے آپ ﷺ کے کانوں تک پہنچے کہ مصیبت کے وقت تو ہم تھے اور جب تقسیم مال کی باری آئی تو ہمیں نظر انداز کیا جانے لگا اور اپنے ہی قبیلے اور قوم میں مال تقسیم کر دیا۔ حضور ﷺ نے تمام انصار کو جمع کیا ڈانٹ ڈپٹ نہیں کی بلکہ کہا:

"اے انصار! تمہیں میری کون سی بات ناگوار گزری، کیا واقعہ یہ نہیں کہ جب میں تمہارے پاس آیا تھا، کیا تم گمراہ نہیں تھے؟ اللہ نے میرے ذریعے تم کو ہدایت دی" اس سے ان کے دل کھل گئے پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا ایسا نہیں کہ تم نادار تھے اللہ نے میرے ذریعے تم کو مال عطا کیا اور کیا میرے ذریعے اللہ نے تمہارے دلوں کو جوڑ نہیں دیا؟"

بس آپ ﷺ نے اتنی بات کہی، انصار نے جب یہ سنا تو کہنے لگے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہم پر واقعی بے پناہ احسان اور فضل ہے پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

"اے انصار! خدا کی قسم اگر تم چاہو تو یہ کہہ سکتے ہو کہ اے محمد ﷺ تم اس حال میں ہمارے پاس آئے تھے کہ لوگ تو تمہیں جھٹلا رہے تھے ہم نے تمہاری تصدیق کی، مطلب یہ کہ میں بھی تمہارے زیر احسان ہوں، تو میں کہوں گا کہ ہاں تم ٹھیک کہتے ہو اور تم یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ اے محمد ﷺ تم بے یار و مددگار آئے تھے ہم نے تمہاری مدد کی، آپ ﷺ کو لوگوں نے نظر انداز کر دیا تھا پھر ہم نے تمہیں پناہ دی اور تمہارے ساتھ خیر خواہی کی پھر فرمایا:

"اے انصار! کیا تم دنیا کی ایک حقیر سی چیز کی وجہ سے میرے ساتھ ناراض ہوتے ہو جس کے ذریعے سے میں نے لوگوں کی دلجوئی کی اور تمہیں تمہارے اسلام کے حوالے کیا تھا۔ اے انصار! کیا تم اس بات پہ راضی نہیں کہ لوگ بھیڑ بکریاں لے کر اپنے گھروں کو جائیں اور تم اللہ کے رسول ﷺ کو اپنے گھر لے جاؤ؟ اللہ کی قسم جو تم لے کر جا رہے ہو وہ اس

سے کہیں بہتر ہے جو لوگ لے کر جارہے ہیں پھر آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: "اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار میں سے ہوتا اور اگر لوگ ایک وادی اور گھاٹی میں ہوتے اور انصار دوسری میں تو میں اس وادی میں ہوتا جہاں انصار ہوتے، انصار میرے قریب ترین ہیں اور دوسرے لوگ بعید ہیں اس کے بعد آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی اے اللہ! انصار پر رحم فرما، انصار کے بیٹوں پر رحم فرما اور انصار کی بیٹیوں پر رحم فرما"

راوی حدیث کہتے ہیں کہ اس کے بعد تمام انصار اس قدر روئے کہ ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں اور کہنے لگے: "اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم آپ ﷺ کی تقسیم پر خوش ہیں[۱۳]۔"

یہ دعوت و تربیت کا داعیانہ اسلوب اور مربیانہ منہج تھا۔ طبیعت کی نرمی ہمیشہ دوسروں کی کمزوری پر ہمدردانہ نگاہ ڈالتی ہے۔ کمال انسان بننے کے باوجود انسان کے اندر بڑی کمزوریاں ہوتی ہیں، کسی بھی وقت انسان اپنی اصل سے کھسک سکتا ہے اور اپنی کمزوریوں کے حوالے کیا جا سکتا ہے لہذا آپ ﷺ نے انسانی کمزوریوں پر ہاتھ رکھا۔

قریشی نوجوان نبی کریم ﷺ سے بھری مجلس میں زنا کی اجازت مانگ رہا ہے، حدیث کے الفاظ ہیں کہ جب آپ ﷺ نے اس سے یہ بات سنی تو آپ ﷺ نے اسے اپنے پاس بلا لیا اور اپنے پاس بٹھا لیا اور پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا کیا تم ایسا اپنی ماں کے ساتھ پسند کرو گے کہنا لگا بخدا نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا لوگ بھی پسند نہیں کرتے پھر فرمایا کہ اپنی بہن کے ساتھ؟ کہنے لگا بخدا نہیں آپ ﷺ نے فرمایا: ایسا لوگ بھی پسند نہیں کرتے، اس طرح آپ ﷺ نے تمام رشتے باری باری گنوائے اور ساتھ ساتھ نفی کرتا رہا پھر آپ ﷺ نے دعا کی اے اللہ! اسے معاف فرما اور اسے پاک دامنی کی زندگی عطا فرما[۱۴] چونکہ آپ ﷺ سمجھ گئے تھے کہ یہ نوجوان ہے اور کسی بھی وقت اپنے جذبات سے مغلوب ہو سکتا ہے، تو بجائے اس کے کہ اسے کچلا جائے اور اسے ڈانٹ ڈپٹ پلائی جائے اور اسے دائرہ اسلام سے خارج کر دیا جائے۔ یہ نبی کریم ﷺ کا اسلوب نہ تھا بلکہ ایسے حالات میں حسن تدبیر کے ساتھ اس وقتی غلبہ کو آپ ﷺ نے ذرا ٹھنڈا کیا پھر جب اسے حقیقت کا ادراک ہوا تو تا حیات اس سے توبہ کر لی۔

بحیثیت مربی و مزکی اگر دور حاضر کے دعاۃ میں نرمی کا وصف موجود ہو تو جو نسل ان کے ہاتھوں میں ہے ان کے اندر جو اندرونی و بیرونی تبدیلی آئے گی اور تربیت ان پر ایسا رنگ چھوڑے گی کہ وہ حقیقت میں ویسے ہی افراد تیار کرے گی جو رسول اللہ ﷺ نے تیار کئے شرط صرف یہ ہے کہ اس اصول کا خیال رکھا جائے۔

۲- **جان پر سوزی:** نبی کریم ﷺ کے طریقہ تربیت پر غور کرنے سے ایک اور بنیادی خوبی جس کا استنباط ہوتا ہے وہ آپ ﷺ کی جان پر سوزی ہے۔ جان کا جوکھوں میں ڈال دینا:

لعلک باخع نفسک ان لا یکونوا مومنین[۱۵]

"اے پیارے! لگتا ہے کہ تم جان ہی گنوا دو گے اس بات پہ کہ وہ ایمان نہیں لا رہے"

یعنی یہ برداشت نہیں ہورہا کہ اگر ایمان نہ لائے تو جہنم میں ڈال دیے جائیں گے، اپنی محنتوں، ریاضتوں اور شب وروز کی جانفشانی پر آپ ﷺ کی جان نہیں گھلتی، بلکہ پریشانی تو اس بات پر ہے کہ کہیں جہنم میں نہ ڈال دیے جائیں۔

جان پُر سوزی یہ ہے کہ ایک داعی اپنے زیر تربیت افراد کے لیے گھل رہا ہو، اگر اسی قسم کا جذبہ ہو تو بعید نہیں کہ ایسے افراد تیار ہوں جو کسی حد تک صحیح معنوں میں اسلامی کے سچے پیرو کار بن کر زندگی گزاریں۔ لیکن اگر چار و ناچار اور جیسے تیسے فقط اپنے مفاد کی غرض سے کام کیا جائے تو ایسے کام کرنے سے انسان تو تیار نہیں ہوں گے انسان تو اس ہاتھ سے تیار ہوں گے جو ان کے لئے ہلکان ہو گا اور ہلکان کس بات پہ کہ ان کی اندر ایمان کی شمع کیسے روشن کی جائے اور انہیں جہالت کے اندھیروں سے روشنی کی طرف کیسے لایا جائے؟ تاکہ یہ سچے مومن بن جائیں۔

انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے نجات دلا کر رب واحد کی بندگی پر آمادہ کرنے کے لیے آپ ﷺ پیغمبرانہ صفت دلسوزی اور تڑپ سے مزین تھے۔ اپنی قوم کو گمراہی سے نکالنے کے لیے شب وروز دل گداز کیفیت میں گذارتے رہے۔ حدیث میں ہے ''میری اور تم لوگوں کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی روشنی کے لیے مگر پروانے ہیں کہ اس پر ٹوٹے پڑتے ہیں جل جانے کے لیے۔ وہ کوشش کرتا ہے کہ یہ کسی طرح آگ سے بچیں مگر پروانے اسکی ایک نہیں چلنے دیتے۔ ایسا ہی حال میرا ہے کہ میں تمہیں دامن پکڑ پکڑ کر تمہیں کھینچ رہا ہوں اور تم ہو کہ آگ میں گرے پڑتے ہو۔[۱۶]

جب داعی و مربی اور استاد کے زیر تربیت افراد پر جان گھلے گی تب اللہ کی نصرت و تائید سے ایسے انسان تیار ہوں گے جو باکردار ہوں گے۔

۳- احساس ذمہ داری

تیسرا بنیادی وصف منصب کا ذمہ دارانہ اور گہرا احساس۔ یہی وہ بنیادی وصف ہے کہ جس سے عموماً آج کے داعی، مربی اور مبلغ بالعموم تہی دامن نظر آتے ہیں۔

ذمہ داری کا احساس جتنا گہرا ہو گا اس کے ہاتھ سے انسانیت اتنی ہی حسین تیار ہو گی، یہ شکایت ہوتی ہے کہ مدرسہ سے لوگ فارغ ہوتے ہیں، سالہا سال قرآن وحدیث کے دروس سنتے ہیں پھر بھی وہ نقشہ کیوں نہیں بن رہا؟ اس میں جو بہت زیادہ خلا ہے وہ کافی حد تک خود داعی اور مربی کا اپنا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے عبد اللہ مجھے قرآن سناؤ اور جب پڑھتے پڑھتے اس آیت پر پہنچے:

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِن كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيداً[۱۷]

"پس کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے"

یہ احساس اتنا گہرا تھا مذکورہ آیت سنتے ہی آپ ﷺ کی آنکھوں میں کہ آنسوؤں کی لڑی جاری ہو جاتی ہے یہ سُن کر کہ جب اے محمد ﷺ تمہیں گواہ کی حیثیت سے بلایا جائے گا تو اُس وقت کیا حال ہوگا؟

یہی سوال ایک مربی اور داعی کو اپنے آپ سے کرنا چاہیے کہ اگر کل ان کے متعلق سوال کیا گیا تو کیا جواب دوں گا؟ والدین اپنے بچے تربیت کے نکتہ نظر سے استاد کے حوالے کئے ہیں۔ جب یہ پوچھا جائے گا کہ جو سانچے تم کو دئے گئے تھے تو تم ذرا حساب تو دو کہ تم نے ان کا کیا کیا؟ کس قدر ان کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا؟ ان کی تربیت کے لیے کیا قربانی دی؟ کس قدر مشکلات میں ان کی رہنمائی کی؟ مستقبل کی منصوبہ بندی کرنے میں ان کی کیا معاونت کی؟ اپنے دفتر میں اپنے ماتحت افراد کی کس انداز سے دل جوئی کی؟ کیا کبھی ان کی غمی اور خوشی میں شرکت کے ذریعے بھی ان کی تربیت کی کوشش کی؟ یہ ساری چیزیں دوسرے کے دل میں آپ کی جگہ بنا سکتی ہیں، اور جب دل میں جگہ بن جاتی ہے تو آپ کی بات کا اثر بھی ہوتا ہے اور اس کے اثرات دیرپا اور مستقل بھی ہوتے ہیں۔

اسلام صرف علم کا نام نہیں۔ ایمان تو عمل کا نام ہے۔ جاننا، ماننا اور اس کے بعد علم کے مطابق عمل کرنا۔ قرآن کریم میں کہیں بھی بشارت اس بات پہ نہیں ملی ہے کہ تم جنت میں اپنے علم کی وجہ سے جاؤ گے، بلکہ جو چیز وزنی اور کام آنے والی ہے وہ عمل صالح ہے۔

۴- محبت فاتح عالم

آپ ﷺ کی تربیت کا ایک اور خوب صورت پہلو اس میں محبت کی روح کا ہونا ہے۔ نبی کریم ﷺ کو انسانیت سے حد درجہ پیار تھا۔ آپ ﷺ انسانیت کے لئے حد درجہ رحم دل تھے۔

یہ ایک اور بنیادی خصوصیت ہے جو ایک مبلغ و، مربی و مزکی اور مدرس کے اندر ہونی چاہیے۔ جس نبی ﷺ کی دعوت کی طرف لوگوں کو بلایا جاتا ہے ان کا حال تو یہ تھا کہ فرمایا: "تم لوگ پروانوں کی طرح آگ کی طرف لپکتے جاتے ہو اور میں تم کو پکڑ پکڑ کر بچانے کی کوشش کرتا ہوں"[۱۸]

آپ ﷺ نے جن لوگوں کی تربیت کی ہے ان کے دل محبت سے جیتے ہیں آج کے داعی بھی اپنے سینوں میں دل رکھتے ہیں اور اس چیز کا بھی بخوبی اندازہ ہے کہ اصل قوت تو محبت کی قوت ہی ہوتی ہے۔ "اگر محبت دنیا کی حکمران بن جائے تو عدلیہ کی ضرورت ختم ہو جائے"

اگر کسی ادارہ اور گھر میں محبت کی حکمرانی ہو جائے تو پھر عدالت لگانے کی ضرورت نہیں پڑتی جیسے ماں کے سینے میں محبت سچی ہے اس لئے وہ بدلہ نہیں لیتی۔ اور اگر دوست سے بھی سچی محبت ہو تو در گذر سے کام لیا جاتا ہے۔ اسی طرح اس کے بعد پھر رد عمل میں بھی اسی طرح ہوتا ہے۔

ایک بار آپ ﷺ سفر میں سواری پر جا رہے تھے اور آپ ﷺ کے پیچھے معاذ بن جبل بیٹھے ہوئے تھے آپ ﷺ نے اسے آواز دی آگے سے حضرت معاذ نے جواب دیا۔ پھر کچھ دیر بعد آپ ﷺ انہیں آواز دیتے ہیں اور معاذ آپ ﷺ کو جواب دیتے ہیں پھر خاموشی چھا جاتی ہے اور تیسری مرتبہ آپ ﷺ فرماتے ہیں: "معاذ میں تم سے محبت کرتا ہوں"[۱۹]

یہ ایک ایسی بات ہے کہ اس کے بعد جو بات چاہے منوالی جاتی ہے کوئی آدمی اگر اپنی محبت کا یقین دلادے تو اس کے بعد اس کی بات ماننا آپ کے لئے بالکل بھی مشکل نہ ہو گی اور پھر فرمایا: "اب میں تمہیں وصیت کرتا ہوں" اس انداز سے مخاطب کرنے کے بعد کون ہو گا جو اس وصیت پر عمل نہ کرے۔

اصل چیز محبت ہے، جو شخص لوگوں کی تربیت کر رہا ہے اس کا سینہ محبت سے معمور رہے۔ یہ ان سے سچی خیر خواہی کرنے والا ہو، سچی محبت کرنے والا ہو۔ اگر یہ تاثر قائم کر دیا جائے تو پھر لوگوں سے اپنی بات منوانا بالکل بھی مشکل نہ ہو گا۔ اس حوالہ سے آج کے داعی، استاد اور مربی کا تجزیہ کیا جائے تو یقینا کمی کا احساس ہوتا ہے الا من رحم ربی۔

۵- پیکر عمل

ایک اور اہم بات جو آپ ﷺ کے طریقہ تربیت میں تھی وہ تھا آپ ﷺ کا عملی نمونہ ہونا۔

اچھی تقریر، اچھا درس، اچھا بیان یہ سب چیزیں تربیت نہیں کرتیں۔ تربیت انسان سازی کا کام صرف عمل ہی کرتا ہے عمل کی زبان ہو تو سیرت سازی ہوتی ہے۔ عمل کو لیکچر دینے کی ضرورت نہیں ہوتی نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو جب یہ کہا کہ تمہیں خدا پر یقین ہونا چاہیے اور انہیں توکل اور بھروسے کا درس دیا تو کیا صحابہ نے یہ نہیں دیکھا کہ دشمن سر پر کھڑا ہے اور ننگی تلوار اُس کے ہاتھ میں ہے پوچھتا ہے تم کو مجھ سے کون بچائے گا؟ جواب ملا "اللہ"[20]۔ تو پھر صحابہ کو لمبے لمبے لیکچر دینے کی ضرورت نہیں پڑی۔ آپ ﷺ کے عمل سے ہی انہیں اللہ پر توکل اور بھروسے کا پورا سبق مل گیا۔

غزوہ خندق میں جب صحابہ نے اپنے پیٹ سے پردہ اٹھا کر پتھروں کو دکھایا تو آپ ﷺ نے بھی شکم مبارک سے کپڑا اٹھا کر دو پتھر دکھائے تو صحابہ کی شکایت خود بخود دور ہو گئی[۲۱]۔ تکالیف پر کمال صبر کر کے تو آپ ﷺ نے خود دکھایا۔ تو پھر لوگوں میں یہ باتیں خود بخود پیدا ہو گئیں۔ اور جب صحابہ نے یہ سنا کہ آپ ﷺ جود و سخا کی بڑی تعلیم دیتے ہیں تو ان کے اندر یہ کیسے پیدا ہوئی؟ وہ ایسے کہ ان کی آنکھوں نے خود دیکھا کیونکہ آپ ﷺ بھوکوں کو کھانا کھلا کر خود کئی کئی دن تک بھوکے رہے۔ یہی وہ کمال صفت تھی کہ اس کے بعد دعوت، نصیحت اور لیکچر کی اس قدر ضرورت ہی نہ رہی اور جود و سخا اور

ایثار و قربانی کی روح پیروکاروں میں خود بخود پیدا ہونا شروع ہو گئی۔ اسی طرح جب آپ ﷺ نے صحابہ کو تحمل، بردباری اور معاف کرنے کا درس دیا تو صحابہ نے یہ بھی دیکھا کہ آج فتح مکہ کے دن خون کے پیاسوں کے سامنے جب آپ ﷺ بدلہ لینے پر قدرت رکھتے تھے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا: "لا تثریب علیکم الیوم جاو تم سب آزاد ہو آج کسی سے کوئی بدلہ نہیں لیا جائے گا"[22]

پھر صحابہ نے یہ بھی دیکھا کہ ایک بدو آتا ہے اور اتنی کھردری سی چادر ہے اور آپ ﷺ کے شانہ مبارک پہ لپیٹ کر اتنی زور سے کھینچتا ہے اور کہتا ہے اے محمد ﷺ! اس مال میں سے دو جو تم کو دیا گیا۔ اور آپ ﷺ مسکرائے اور فرمایا "اس کو دو"

مربی و مزکی اور مدرس اگر اس شان کا ہے کہ جو کچھ وہ کہتا ہے اس پر پہلے خود عمل پیرا ہے تو پھر اسے بہت زیادہ دروس کی ضرورت نہیں ہوتی اس کا عمل بذات خود ایک بہترین عمل ہے۔ آج سب سے بڑی کمزوری ہی یہی قول و عمل کا تضاد ہے۔ قرآن نے تو یہ کہا ہے کہ کلمہ طیبہ کو یرفع العمل الصالح۔ یعنی عمل صالح بلند کرتا ہے۔ داعی اور مربی کے اگر اعمال اچھے ہوں گے تو تب جا کے کہیں یہ درس و تدریس عرشِ بریں تک پہنچے گا اور قبولیت حاصل کرے گا۔

٦- قریبی تعلق اور غم گساری

نبی کریم ﷺ کے طریقہ تربیت میں ایک اور چیز جو وہ آپ ﷺ کا اپنے زیر تربیت افراد سے ذاتی و قریبی تعلق تھا۔

لقد جاءکم رسول من انفسکم۔۔۔۔[23]

"دیکھو! تم میں ایک نبی آیا ہے جو تمہیں میں سے ہے، تمہارا تکلیف میں مبتلا ہونا اس پر شاق گزرتا ہے، جو تمہاری منفعت کے انتہائی خواہش مند رہتے ہیں"

آپ ﷺ نے اپنے تعلقات کو صرف رابطے کی حد تک محدود نہیں رکھا۔ آپ ﷺ انسانوں سے اور بالخصوص اپنے زیرِ سایہ افراد سے کٹ کر نہیں رہے ہیں۔ آپ ﷺ اپنے اور لوگوں کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں رکھا۔ یہ نذر و نیاز اور جھکنا جھکانا اس طرح کے کوئی اصول نہیں رکھے۔ بلکہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ محفل میں ایسے گھل مل کر بیٹھتے کہ آنے والے کو پوچھنا پڑتا کہ محمد ﷺ کون ہیں؟

آپ ﷺ نے اپنے لئے کبھی کوئی امتیازی شان گوارا نہیں کی۔ کوئی امتیازی جگہ بھی گوارا نہیں کی۔ مسجد کی تعمیر ہو رہی ہے جہاں اور لوگ پتھر اٹھا رہے ہیں وہاں آپ ﷺ بھی پتھر اٹھا کر لا رہے ہیں۔ خندق کی کھدائی کے موقع پر آپ ﷺ نے بھی کدال سنبھالی ہے کیونکہ تربیت کے لئے لوگوں کے بیچ رہنا بہت ضروری ہوتا ہے۔

٧- مثالوں سے مزین گفتگو کرنا

داعیانہ شخصیت سازی کا ساتواں اصول جو آپ ﷺ کے طریقہ تربیت سے معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ آپ ﷺ جو بات بھی لوگوں کو سمجھاتے وہ بڑے ہی احسن طریقے سے اور مثالیں دے کر سمجھاتے۔

ایک روایت میں ہے کہ جنگی قیدیوں میں ایک عورت آئی اور اُس نے ایک بچہ دیکھا تو فوراً اس کی جانب لپکی اور اسے فرطِ محبت سے لپٹ گئی۔ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے محسوس کر لیا کہ اس وقت تمام لوگوں کی کیفیت کیسی ہے؟ اس طرح آپ ﷺ موقع کی تلاش میں رہتے اور جو طریقہ بھی تربیت کا ہوتا اُسی طریقہ کے مطابق تربیت کرتے۔ تو جب یہ منظر لوگوں نے دیکھا تو آپ ﷺ نے صحابہ سے پوچھا کہ کیا یہ عورت اس بچے کو آگ میں ڈال سکتی ہے؟ صحابہ نے کہا خدا کی قسم یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں نہیں ڈال سکتی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ عورت اپنے بچے پر جس قدر مہربان ہے اس سے کہیں زیادہ مہربان اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ہے"[۲۴]۔ کس خوبصورتی سے آپ ﷺ نے لوگوں کے دلوں میں اللہ کی محبت جا گزیں کی۔

اسی طرح ایک مرتبہ آپ ﷺ صحابہ کے ساتھ ایک سفر سے واپس آرہے تھے کہ راستہ میں ایک مردہ بکری کا بچہ دیکھا آپ ﷺ نے اسے اس کے کان سے پکڑ کر اٹھایا اور صحابہ سے فرمایا: تم میں سے کون اسے خرید نا پسند کرے گا اور وہ بھی ایک درہم میں؟ صحابہ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ یہ تو مردہ ہے اگر زندہ بھی ہوتا تو اس کے کان بہت چھوٹے ہیں جو کہ ایک عیب ہے اس لیے اسے کوئی بھی خرید نا پسند نہیں کرے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا، تمہاری نظروں میں اس مردہ بچے کی جتنی قدر و قیمت ہے خدا کی قسم اللہ کی نگاہ میں اس دنیا کی قدر و قیمت اس سے کہیں زیادہ حقیر ہے[25]۔

اس مقصد کے لیے ضروری ہے کہ داعی گفتگو سے پہلے اچھی طرح تیاری کرے، مثالیں تلاش کرے اور مثالیں بھی معاشرتی ہوں، جو انہیں آسانی سے سمجھا جا سکتا ہو۔ اگر بغیر تیاری اور پڑھے کوئی استاد، مربی اور داعی اپنے حلقہ احباب اور تلامذہ میں گفتگو کرے گا تو اس کی گفتگو سے وہ نتائج حاصل نہ ہو سکیں گے جو تیاری کے بعد حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

۸- ترتیب اور تدریج

داعیانہ شخصیت کی ایک اور خوبی جو ہمیں آپ ﷺ کے طریقہ تربیت سے ملتی ہے وہ ہے ترتیب اور تدریج سے لوگوں کی رہنمائی کرنا ہے۔

اولین اصول سب سے پہلے اور پھر رفتہ رفتہ اس کے تقاضے۔ فروع کو اصول اور جزئیات کو کلیات پر کبھی ترجیح نہیں دی اور بنیادی خرابیوں کو پہلے رفع کیا اور جو ذیلی شاخیں ہیں ان کو کاٹنے میں وقت ضائع نہیں کیا۔ آج جو ایک اور کمی جس کی وجہ سے کار دعوت کے ثمرات نظر نہیں آرہے وہ بنیادی خرابی کو نظر انداز کر کے ظاہری چیزوں پر اپنی توانائیاں صرف کرتے رہنا ہے۔ بنیادی خرابی یہ ہے کہ ہم کو آخرت نہیں بلکہ دنیا چاہیے۔ یہ بنیادی چیز ہے کیونکہ آپ ﷺ نے انسانیت میں جو چراغ جلائے ہیں اور جو بلب روشن کئے ہیں وہ ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت ہی ہیں۔

اگر کسی ہال میں کوئی پروگرام کرنا ہو، وہ کمرہ عرصہ دراز سے بند پڑا ہو، اور اس میں طرح طرح کے کیڑے مکوڑے جمع ہو گئے ہوں، تو ظاہر ہے کہ پروگرام کرنے کے لئے اس کی صفائی ستھرائی کا بندوبست کرنا پڑے گا اور جب آپ اس کمرے کو کھولیں گے تو سب سے پہلے اس میں جو بلب ہے اس کو روشن کیا جائے گا اور جیسے ہی بلب روشن ہو گا تو بہت سارے کیڑے مکوڑے تو اس روشنی کی وجہ سے خود بخود باہر نکل جائیں گے اور اسی روشنی میں ہی گرد و غبار نظر آئے گا۔

بعینہ اللہ کے رسول ﷺ نے جب انسانیت سے بت پرستی اور معاشرتی گندگیاں دور کیں تو سب سے پہلے اس میں ایک بلب جلایا اور وہ بلب ایمان باللہ ہے اور ایمان بالآخرت ہے اور جب یہ چراغ اور بلب دلوں میں روشن ہو جاتے ہیں تو بے شمار برائیاں خود بخود دور ہو جاتی ہیں کل تک جو دوسروں کا مذاق اڑاتا تھا جب اس نے دیکھا کہ :

مَّا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلاَّ لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ[٢٦]

"کوئی لفظ بھی جو نکلے گا اسے ایک حاضر باش نگران نوٹ کر لے گا"

اور جب بلب جل گیا تو دوسروں کا مذاق اڑانا اور بے جا گفتگو سے خود بخود اجتناب ہونے لگے گا۔اب تو لوگوں کی چھوٹی چھوٹی برائیوں کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت ہی نہیں رہی بلکہ وہ تو خود بخود ختم ہونے لگیں۔

اس طرح نبی کریم ﷺ کے طریقہ تربیت سے ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ آپ نے جوش تبلیغ میں ساری کی ساری باتیں ایک ہی مجلس میں نہیں فرمادیں بلکہ ترتیب وتدریج اور لوگوں کے احوال کو مد نظر رکھا، اور مخاطب کی نفسیات کو سمجھ کر بنیادی بات کی طرف توجہ دلائی یعنی وہ کون سی چیز ہے جو اس کے اندر اگر اجاگر ہو جائے تو ساری خرابیاں دور ہو جائیں؟ اور پھر اسی بات کی مخاطب کو تبلیغ کی۔

۹- محتاط گفتگو

داعیانہ تعمیر شخصیت کا نواں اصول بہت ہی محتاط اور سلجھی ہوئی گفتگو کا عادی بنانا ہے۔نبی کریم ﷺ کے طریقہ تربیت میں یہ چیز کہ حکمت اور دانائی سے نہایت محتاط الفاظ استعمال کرنا بکثرت دیکھا جا سکتا ہے۔

آپ ﷺ کبھی ایسا لفظ بھی زبان سے نہیں نکالتے تھے اور نہ ہی آپ ﷺ نے کبھی ایسی روش اختیار کی جس سے مخاطب کوئی غلط تاثر لے یا اس کے اندر بے اعتنائی کی کیفیت پیدا ہو جائے یا وہ کسی رد عمل کا شکار ہو جائے۔

دل دکھانا اور سخت گفتگو کرنا تو ایک عام آدمی کے لیے بھی نقصان کا باعث ہوتا ہے چہ جائے کہ ایک داعی ہی اپنے درس میں اور تبلیغ و وعظ میں ایسی باتیں کہنا شروع کر دے جس سے لوگوں کے دل ہی بند ہو جائیں اور ان کے دل کو چوٹ لگے۔جب دلوں میں نفرت آجائے تو پھر تبلیغ اس کے بعد کیا اثر کرے گی۔اچھی بات دل میں کیسے جگہ بنائے گی اس لئے حکمت کے پہلو کو کبھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

۱۰- **دوسروں کی حوصلہ افزائی کرنا:** ایک اور اہم خوبی جو آپ ﷺ کے اسلوب تربیت میں دیکھی جاسکتی ہے وہ یہ کہ آپ ﷺ اپنے زیر تربیت افراد کی وقتاً فوقتاً حوصلہ افزائی فرماتے۔

داعی اور مربی کو اپنی گفتگو میں ایسے الفاظ کا استعمال کرنا چاہیے کہ جس سے سننے والے کی حوصلہ افزائی اور ان کی تحسین ہو۔ جب آزمائشوں کا بہت کڑا دور تھا رسول ﷺ کا گزر حضرت عمار بن یاسرؓ اور ان کے گھر والوں کے پاس سے ہوا اور وہ کفار کی اذیتوں کا نشانہ بنے ہوئے تھے نبی کریم ﷺ نے ان کو اس کربناک عالم میں دیکھا یہ گھرانہ جو کہ سمیہ، عمار بن یاسر اور دوسرے افراد پر مشتمل تھا بہت زیادہ ظلم سہہ رہا تھا جب آپ ﷺ نے انہیں دیکھا تو فرمایا۔ "فان موعدکم الجنة"

"اے آلِ یاسر! تمہیں خوشخبری ہے کہ تمہارے لئے جنت کا وعدہ پکا ہے"[۲۷]

یہی تو حوصلہ افزائی ہے۔ یہ چند الفاظ ان کے لیے درد کا تریاق بن گئے۔ ایسے ہی کسی مصیبت کے مارے انسان کو میٹھے بول بول دینا اور تسلی دینا ایک داعی کے لیے اس کے دل میں جگہ بناتا ہے، اور جب دل میں جگہ بن جائے تو ایک ایک بات اس کے لیے قابل عمل ٹھہرتی ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آیا اور اس کے ہاتھوں پر نشانات پڑے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے اس کی ہتھیلیوں پر نشانات دیکھ لئے تو بے نیازی نہیں کی بلکہ پوچھا یہ کیا ہوا؟ کہنے لگا اے اللہ کے رسول ﷺ کسب حلال کی وجہ سے یہ نشانات پڑ گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرط محبت سے اس کے ہاتھ چوم لئے[۲۸]۔ اس اپنائیت کے بعد وہ شخص کبھی کسبِ حرام کی طرف جانے کا سوچ بھی نہیں سکتا؟

غزوہ تبوک میں ایک طرف سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نو سو اونٹ اور سو گھوڑے اور ایک ہزار دینار لے کر آرہے ہیں اور نبی کریم ﷺ ان کی حوصلہ افزائی اس انداز کرتے ہیں کہ ان کے عمل کو اچھالے جاتے ہیں اور کہتے ہیں:

"آج کے بعد عثمان کو کوئی گناہ نقصان نہیں دے گا"[۲۹]

یہی تو حوصلہ افزائی ہے۔ صحیح بخاری کا ایک باب صحابہ کے فضائل و مناقب کے عنوان سے ہے، اس میں تمام صحابہ کے بلندی کردار کے پیچھے نبی کریم ﷺ کی حوصلہ افزائی اور قدر دانی کے جذبات ہیں اس میں چاروں خلفاء کا تذکرہ ہے، زبیر بن عوام، طلحہ بن عبید اللہ، سعد بن ابی وقاص کا تذکرہ ہے ان سب کی رسول اللہ ﷺ نے کہیں نہ کہیں حوصلہ افزائی فرمائی تھی۔

نبی کریم ﷺ کا جو طریقہ تربیت تھا اس سے کیسے افراد تیار ہوئے؟ نوجوانوں کی کیسے تربیت کی؟ ویسے ہی نوجوان اگر آج بھی تیار کرنے ہوں تو مذکورہ خصوصیات پر مبنی شخصیت بن کر داعی اور استاد کا کردار ادا کرنا ہوگا۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ نے جو افراد تیار کیے اس کی تصویر بھی اللہ نے کھینچی اور اسے آج تمام لوگوں کے سامنے رکھ دیا اور وہ تصویر ہر معلم و مربی کے سامنے رہنی چاہیے، تاکہ ایک داعی اور استاد کے ذہن نشین رہے کہ اگر ویسے افراد معاشرہ کو دینا مقصود ہے تو تمہیں

طریقہ بھی وہ اپنانا ہوگا جو رسول اللہ ﷺ کا تھا اور تمہیں افراد بھی ویسے ہی تیار کرنا ہوں گے جیسے رسول اللہ ﷺ نے کئے:

مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ ٱللَّهِ وَٱلَّذِينَ مَعَهُۥٓ أَشِدَّآءُ عَلَى ٱلْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ------ [30]

"محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ وہ کافروں پر سخت ہیں آپس میں رحم دل ہیں"

یہ جو صحابہ کی جماعت آپ ﷺ نے اپنی معیت میں تیار کی ہے ان کی کیا خصوصیات ہیں؟ اور ان کی تیاری کے پیچھے کیسی مشقتیں اور توانائیاں ہیں؟ آج کے داعیان دین، مربین اور پیشہ معلمی سے وابستہ افراد کو سوچنا چاہیے کہ کیا نئی نسل کی تربیت میں ایسے ہی خصوصیات ان کے اندر موجود ہیں؟ یا ان خصوصیات کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش بھی کی؟ کیا نئی نسل کو اسی سانچے کے مطابق تیار کیا جارہا ہے؟ اگر ہے تو پھر تو داعی اپنے آپ کو اس قافلے میں شامل کر سکتا ہے اور اگر نہیں تو پھر اسے اپنی داعیانہ شخصیت سازی انہی مذکورہ اصولوں کے مطابق کرنے کی ضرورت ہے۔ ان اصولوں پر کار بند رہ کر جب کردار سازی اور تربیت کی جائے گی تو پھر کافر ایسے نوجوانوں کو اپنے ایجنڈے کے مطابق استعمال نہیں کر سکیں گے اور نہ ہی کسی قسم کا پراپیگنڈہ انہیں اپنے موقف سے ہٹانے میں کامیاب ہو سکے گا۔ آپ ﷺ کے اسوہ سے مستنبط تعمیر شخصیت کے اصولوں پر تیار کردہ افراد ایمان کی پختگی، اصولوں کی مضبوطی، سیرت کی طاقت میں اپنی ایمانی فراصت کی وجہ سے کفار کے مقابلے میں پتھر کی چٹان کا حکم رکھتے ہیں نہ کہ کافرانہ تہذیب کے لئے موم ہوں گے کہ جس طرف چاہا موڑ دیا اور نہ ہی وہ ہوا کے رخ پر اڑنے والے ہیں، نہ ہی سیلاب کے اندر بہنے والے ہیں وہ خس و خاشاک نہیں بلکہ اشرف المخلوقات ہیں وہ افراد کسی کافرانہ تہذیب سے ڈر کر کسی خوف میں آکر بکنے والے نہیں ہوں گے۔ کافروں کے لئے اور کافرانہ تہذیب کے لئے سخت مشکل اور ناقابل شکست اور ناقابل عبور ثابت ہوں گے۔ آپ ﷺ نے انہی اصولوں پر مبنی اپنی تربیت سے ایسے افراد تیار کئے جنہیں کبھی خریدا یا بیچا نہیں جا سکتا جنہیں لالچ اور خوف سے کبھی نہیں دبایا جا سکتا تھا۔

نتیجہ

آج کے اس پر فتن دور میں اصلاح احوال اور تعمیر ملت کے لئے نبوی اسلوب دعوت و تربیت کچھ اصول اوپر ذکر کیے گئے ہیں۔ ان کی روشنی میں داعیانہ کردار سازی کرنے کے بعد کی گئی تربیت سے جو افراد تیار ہوں گے وہ پھر اقوام عالم کی قیادت کریں گے، اور یہ محض دعوی نہیں بلکہ تاریخ نے اس حقیقت کو محفوظ کیا ہے کہ کیسے صحابہ کی جماعت نے پوری دنیا پر حکمرانی کی۔ وہ اُمّت عالم انسانیت کے کانوں، آنکھوں اور دل پر ایک طویل عرصہ تک چھائی رہی۔ اور جب اُمّت مسلمہ کے داعیوں اور مربیوں نے ان خصوصیات کو نظر انداز کیا تو پھر تعلیم اور تربیت میں بہت بڑا شگاف پیدا ہوا، جس سے ذلّت و خواری اور مصیبتوں کا طوفان امڈ آیا۔ ان فتنوں سے نکلنے کے لیے دعوت، تعلیم، تربیت اور ذہن سازی میں نبوی اسلوب کو لازمی طور اپنانا پڑے گا۔

اساتذہ اور داعیان اسلام پر لازم ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے تربیت کے اسلوب اور تدریس کے طریقوں کو دیکھیں۔ حکومت پر یہ لازم ہے کہ وہ نوجوانوں کی تربیت کے لیے اپنی تمام توانائیاں اور مؤثر وسائل کو اس مطلوبہ مقصد کے حاصل کرنے کے لئے کام میں لائے۔ کوئی غلط کو دیکھنے والا یہ نہ سمجھے کہ تربیت اور تعلیم کسی خاص شعبے کی ذمہ داری ہے، بلکہ نبی کریم ﷺ کے ارشاد کہ "تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی نگہبانی کے بارے میں پوچھا جائے گا۔"[31] کی روشنی میں یہ سب کی ذمہ داری ہے۔

حوالہ جات وحواشی

۱: آل عمران : ۱۶۴

۲ : آل عمران : ۱۱۰

۳ : السیرۃ النبویۃ، عبد الملک بن ہشام الحمیری المشہور ب سیرت ابن ہشام (لبنان: دار الکتاب العربی، ۱۴۱۰ھ) ج ۱ ص ۳۶۸-۳۶۹

۴ : نعیم صدیقی، محسن انسانیت (لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، اردو بازار، ایڈیشن نمبر ۳۹، سال ۲۰۰۷) ص ۱۹۳

۵ : ایضاً ص ۱۹۷

۶ : محمد شعیب اللہ خان مفتاحی، واقعات پڑھیے اور عبرت لیجے (انڈیا: مکتبہ مسیح الامت دیوبند و بنگلور انڈیا) ص ۲۸ ۔

۷ : محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح (ریاض: مکتبۃ دار السلام، سال ۱۴۳۷ھ) باب مناقب اصحاب النبی ﷺ، حدیث نمبر ۳۶۵۴

۸ : محمد بن جریر بن یزید طبری، تاریخ الامم والملوک (لبنان: دار الکتب العربی، ۲۰۰۹ھ) ج ۴، ص ۱۸۶

۹ : آل عمران: ۱۵۹

۱۰ : محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، ((اِنِّی لَاَقُومُ فِی الصَّلَاۃِ اُرِیدُ اَنْ اُطَوِّلَ فِیہَا، فَاَسْمَعُ بُکَاءَ الصَّبِیِّ، فَاَتَجَوَّزُ فِی صَلَاتِی کَرَاہِیَۃَ اَنْ اَشُقَّ عَلَی اُمِّہِ)) حدیث نمبر ۷۰۷

۱۱ : مسلم بن حجاج القشیری، صحیح مسلم (لبنان: دار المعرفۃ العلمیۃ، سال ۱۳۹۹ھ) کِتَاب الطَّہَارَۃِ بَاب وُجُوبِ غَسْلِ الْبَوْلِ وَغَیْرِہِ حدیث نمبر ۲۸۵

۱۲ : القیامۃ: ۱۴

۱۳ : محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح حدیث نمبر ۶۲۰، سیرت ابن ہشام ص ۴۹۹ ج ۲۔

۱۴: مسند الإمام احمد بن حنبل، امام احمد بن حنبل (ریاض: مکتبۃ الحدیث، ۱۹۹۰) حدیث ابی إمامۃ الباہلی حدیث نمبر ۲۱۷۲۲

۱۵ : الشعراء : ۳

۱۶ : محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح حدیث نمبر ۶۱۱۸

۱۷ : النساء : ۴۱

۱۸ : محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح حدیث نمبر ۶۱۱۸

۱۹ : ناصر الدین الألبانی، صحیح سنن ابی داوٗود (الریاض: دار السلام، سال ۲۰۰۱م) ، حدیث نمبر ۱۳۵۵۹

۲۰ : محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، باب من علقہ سیفہ بالشجر فی السفر حدیث نمبر ۲۷۸۲

۲۱ : محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح باب ما جاء فی الرقاق وإن لا عیش إلا عیش الآخرۃ، حدیث نمبر ۶۴۱۴

۲۲ : صفی الرحمٰن مبارکپوری، الرحیق المختوم (لاہور: المکتبۃ السلفیۃ، شیش محل روڈ) ص ۵۵۱

۲۳ : التوبۃ ۹: ۱۲

۲۴ : محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الأدب حدیث نمبر ۵۹۹۹

۲۵ : ناصر الدین الألبانی، سلسۃ الصحیحۃ (الریاض: دار السلام، سال ۲۰۰۴) حدیث نمبر ۳۶۷۷

۲۶ : ق ۵۰: ۱۸

۲۷ : ابو نعیم الأصبہانی، معرفۃ الصحابۃ (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، سال ۱۹۹۹م) حدیث نمبر ۶۰۵۸

۲۸ : حافظ ابو بکر علی بن خطیب بغدادی، (مراکش: دار الغرب الاسلامی، ۲۰۰۱م) ج ۸ ص ۳۱۷.

۲۹ : ابو عیسی محمد بن عیسی الترمذی، سنن الترمذی حدیث نمبر ۳۰۷۱۔

۳۰ : الفتح ۴۸: ۲۹

۳۱ : محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الأحکام، حدیث نمبر ۶۷۵۶